حلالہ قرآن وسنت کی روشنی میں

تالیف

فقیہ العصر حضرت مولانا

مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی

نوراللہ مرقدہ

تین طلاقوں کے بعد ہی حلالہ کی صورت آتی ہے جواباً دو دلیلیں عرض ہیں ۔

(1) کتاب اللہ عز و جل (2) سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و سحبہ وسلّم

پہلی دلیل :

سورہ بقرہ آیت نمبر1 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"فان طلقھا فلاتحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ"

ترجمہ : اگر مرد اپنی بیوی کو تیسری طلاق بھی دے دے پس یہ عورت اس مرد کے لئے حلال نہیں ہو سکتی جب تک یہ اس کے علاوہ کسی اور مرد کے ساتھ نکاح صحیح سے حقوق زوجیت ادا نہ کرلے ۔

یہ ہے حلالہ قرآن سے ثابت اب ان کا انکار مسلمان نہیں کر سکتا ۔

دوسری دلیل حدیث شریف میں ہے :

ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا عورت کو شوہر نے طلاق دے دی اور اسی عورت نے ایک اور مرد سے نکاح کرلیا اب اس عورت ک پہلے شوہر کے ساتھ نکاح کا خیال ہوا مگر دوسرے شوہر سے مجامعت نہ ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی پہلے شوہر کے پاس نکاح کے ساتھ جانے کا خیال ظاہر کیا اور اشاروں میں عرض کیا کہ حقوق زوجیت ادا نہیں ہوئے "دوسرے شوہر سے" تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک ایک دوسرے کا شہد نہ چکھا جائے "یعنی حقوق زوجیت ادا نہ ہوں" تم پہلے شوہر کے لئے حلال "بطور بیوی" نہیں ہو سکتی

(سنن ابن ماجہ)

یہ حلالہ کے ثبوت پر دلیل حدیث سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم سے ہے ۔ اور خالی نکاح نہیں قرآن و حدیث دونوں سے ادائیگی حقوق زوجیت ثابت ہے ۔

فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبد الشکور ترمذی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حلالہ قرآن وسنت کی روشنی میں

حلالہ کی حقیقت سمجھنے میں عام طور پر غلطی ہو رہی ہے اور اچھے اچھے لکھے پڑھے اور قانون دان لوگوں کو بھی مغالطہ ہو رہا ہے، اس کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے عام طور پر اس کو معیوب اور قبیح سمجھا جا رہا ہے، اسی لئے اس کے بارہ میں اکثر اخباروں میں جو بحثیں آ رہی ہیں علمی اور تحقیقی نہیں ہوتیں عامیانہ اور سطحی انداز کی ہی ہوتی ہیں، اس وجہ سے اس کی ضرورت محسوس ہوئی اور بعض احباب نے بھی توجہ دلائی کہ ''حلالہ'' کے بارہ میں کچھ لکھنا چاہئے، میں نے عام مسلمانوں کی اطلاع کیلئے عنوان بالا کے تحت حلالہ کی حقیقت اور اس کی شرعی حیثیت کے واضح کرنے کیلئے یہ مختصر مضمون لکھنے کا ارادہ کیا ہے اور مقصد صرف یہ ہے کہ عام طور پر حلالہ کے بارہ میں جو غلطی عام مسلمانوں میں پھیلی ہوئی ہے یا پھیلائی جا رہی ہے اس کی حقیقت کو معلوم کر کے وہ رفع ہو جائے اور اس کی صحیح شرعی حیثیت کا علم ہو کر جہالت کے گڑھے سے نکلیں۔

حقیقت حلالہ

حلالہ کی حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک

مجلس میں یا کئی مجلسوں میں ایک لفظ سے یا کئی لفظوں سے دے دے تو وہ عورت اس طلاق دینے والے پر حرام ہو جاتی ہے اور اب اس کے ساتھ اس کا دوبارہ نکاح کرنا بھی حلال نہیں رہا، یہاں تک کہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے، قرآن کریم میں اس کی تصریح ہے، ارشاد ہے :فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ (پ۲)

تین طلاقوں کے بعد یہ عورت اس مرد کے حق میں ایسی نہیں رہی جیسی دوسری عورتیں ہیں کہ بجز خاص رشتوں کے کہ جن کی حرمت "حرمت علیکم امهاتکم وبناتکم الایہ اور احادیث میں بیان کردی گئی سب سے نکاح حلال ہے، تین طلاقوں سے پہلے یہ اس کیلئے حلال تھی مگر اب ان حلال عورتوں میں سے جن کا بیان فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنی وثلث وربٰع الایہ میں فرمایا گیا ہے اس کا حکم علیحدہ بیان کر دیا گیا کہ اب یہ تین طلاقوں کے بعد عام عورتوں کی طرح نہیں رہی کہ اس مرد کا ان سے نکاح حلال ہے مگر اس عورت سے حلال نہیں رہا اور یہ حلت کی نعمت اس سے اس کے تین طلاق دینے کے بعد چھین لی گئی ہے اور نکاح کے بارہ میں اس کی آزادی کو محدود کر دیا گیا ہے کہ پہلے بجز چند رشتوں کے سب عورتیں حلال تھیں اس کو ان میں سے کسی سے بھی نکاح کی اجازت تھی جن میں یہ عورت شامل تھی، چنانچہ نکاح ہوا مگر اس نے اس نعمت کی بے طرح ناقدری کی اس لئے اب اس سے یہ آزادی نکاح سلب کر لی گئی اور اس

کو اختیار نہیں رہا کہ براہ راست اس عورت سے نکاح کرے نہ اس عورت کو یہ اختیار رہا کہ دوسرے شوہر سے نکاح کئے بغیر اس سے نکاح کرے۔

اب یہ دونوں مرد وعورت آزاد ہیں جس جگہ چاہیں اپنا اپنا نکاح کریں یا نہ کریں، ہاں مگر عورت نے عدت کے بعد کسی جگہ نکاح کرلیا اور وہاں آباد ہوگئی اور مرد وعورت کے مصالح کا تقاضا ہوا کہ وہ دوبارہ باہم رشتۂ زوجیت میں منسلک ہوں اور عورت پر کسی طرح کا جبر واکراہ بھی نہ ہوتو پہلے مرد کیلئے اس عورت کے حلال ہونے کی چونکہ شرط پائی گئی جس کو قرآن کریم نے فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ سے بیان فرمایا ہے،اس لئے باہم رضامندی کے ساتھ پہلے مرد سے نکاح حلال ہے اور وہ حرمت جوان دونوں میں تین طلاقوں کی وجہ سے واقع ہوئی تھی وہ مرتفع ہوگئی،اب اگر وہ دوسرا شوہر طلاق دے دے یا اس کی موت واقع ہوجائے تو بعد عدت کے اس مرد کو اس عورت سے نکاح حلال ہوجاتا ہے۔

یہ ہے حلالہ کی حقیقت جس کو قرآن کریم اور احادیث میں بیان فرمایا ہے نہ اس میں کسی پر جبر واکراہ ہے نہ ہی کوئی سزا کا عمل ہے جو عورت کو دی جارہی ہے، جس پر ہمارے دانشور بے سمجھے سوچے یہ فقرہ کس رہے ہیں کہ "غلطی مرد کی ہے اور اس کی سزا عورت کو دی جارہی ہے" یہ عجیب طرح کا طنز ہے اول تو غور کرنا چاہئے کہ کیا اپنی مرضی سے شرعی نکاح کرنا عورت کیلئے سزا ہوتا ہے اور شرعی نکاح

کوسزا کہنا حکم قرآن کا کہیں مقابلہ تو نہیں قرار پاتا؟

اور اگر مان ہی لیا جائے کہ یہ نکاح بطور تعزیر کے مشروع ہوا ہے تو پھر بھی سمجھدار آدمی اس کو مرد کیلئے ہی تعزیر سمجھے گا کہ وہ اپنی منکوحہ مطلقہ کیلئے دوسرے شخص سے گو نکاح کے بعد ہی ہو وطی کو برداشت کرے، یہ بات درحقیقت مرد کیلئے ہی موجب اغاظت ہے اور اسی کیلئے عقوبت ہے۔

جب گواہوں وغیرہ اس کے شرائط کے ساتھ نکاح کیا جائے تو اس نکاح کے نہ ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ پھر اس نکاح کے کرنے کا جبراً حکم نہیں دیا جا رہا بلکہ اپنے اختیار سے یہ نکاح کیا جا رہا ہے، عورت نہ چاہے تو اس پر کسی کو جبر کا حق نہیں ہے وہ نکاح نہ کرے، لیکن رضامندی سے کئے گئے نکاح کو بھی سزا کہنا کیا ظلم نہ ہوگا؟۔

یہ طریقہ تین طلاق سے ثابت شدہ حرمت کے ارتفاع کیلئے حق تعالیٰ جل مجدہ نے مقرر فرمایا ہے، اوپر کی آیت مبارکہ میں غور کیا جائے کہ حتــــــی تنکح زوجا غیرہ میں نکاح کی نسبت عورت کی طرف کی جا رہی ہے کہ وہ عورت دوسرے شوہر سے خود نکاح کرے لیکن تین طلاقوں کی حرمت اٹھنے کیلئے دوسرے مرد سے صرف نکاح کر لینا کافی نہیں بلکہ جب تک وہ اس سے ہمبستری نہ کرے حرمت نہیں اٹھ سکتی اور نہ ہی پہلے شوہر کیلئے یہ عورت حلال ہو سکتی ہے جبکہ احادیث کثیرہ سے واضح ہے۔

یہ قرآن وحدیث کا بیان ہے اس میں کوئی خفا نہیں کہ دوسرے نکاح اور ہمبستری کے بعد تین طلاقوں کی وجہ سے اس عورت سے نکاح کرنے کی جو حرمت اس مرد پر واقع ہوئی تھی وہ ختم ہو جاتی ہے اور دوسرا شوہر محلل حلال کرنے والا ہو جاتا ہے، اس کو بطور حکم شرعی کے بیان کیا گیا ہے نہ اس کی ترغیب دی گئی نہ اس کے ترک پر ترہیب بیان کی گئی البتہ حکم شرعی بتلا دیا کہ تین طلاقوں کے بعد اگر میاں بیوی پہلے کی طرح رشتہ ازدواج میں منسلک ہونا چاہیں تو اس کیلئے حلال ہونے کا یہ طریقہ ہے اور شوہر ثانی سے نکاح اور ہمبستری کے بعد بھی طلاق پر جبر کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے، حاصل یہ ہے کہ نہ تو عورت کو دوسرے شوہر سے نکاح پر مجبور کرنے کا کسی کو اختیار ہے اور نہ ہی نکاح کے بعد شوہر ثانی کو طلاق پر مجبور کرنے کا کسی کو حق ہے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ تین طلاقوں کے بعد جو نکاح ہوگا شریعت کے موافق وہ ان کی عدت کے گذارنے کے بعد ہی ہوگا اور اگر بعد میں پہلے شخص سے نکاح ہوگا تو وہ بھی اس کے طلاق یا اس کی وفات کے بعد حسب ضابطہ عدت کے بعد ہی ہوگا اس طرح دو عدتیں گذارنی ہوں گی ایک عدت پہلی تین طلاقوں کی اور دوسری عدت دوسرے شوہر کے طلاق یا اس کی وفات کی جیسی بھی صورت ہوگی یعنی دوسرے نے اگر طلاق دی ہوگی تو عدت طلاق اور اگر اس کی موت واقع ہوگئی ہوگی تو عدت وفات گذارنی ہوگی۔ تین طلاقوں کی وجہ سے جو حرمت نکاح کی

واقع ہوئی تھی اس کے ارتفاع اور حلت کا یہ طریقہ قرآن وسنت نے بیان کیا ہے کسی نے اجتہادی طور پر اس کو اختیار نہیں کیا اگر کوئی چاہے تو اس کو اختیار کرلے اس طرح یہ مطلقہ حلال ہو جائے گی۔

حلالہ کی شرعی حیثیت

اس تحریر سے حلالہ کی حقیقت کے واضح ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی شرعی حیثیت بھی معلوم ہوگئی کہ یہ نہ تو فرض و واجب کے درجہ کی چیز ہے اور نہ ہی یہ کوئی معیوب اور ملامت کے قابل فعل ہے جس پر اتنا شور مچایا جارہا ہے بلکہ قرآن وسنت سے ثابت شدہ ایک اختیاری فعل ہے، اس پر اعتراض وانکار قرآن وسنت پر اعتراض وانکار کے مترادف ہوگا جس سے سب مسلمانوں کو پرہیز واجتناب کرنا لازم ہے اور زیادہ تر اعتراض اس کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہی ہورہا ہے اس کو غور سے سمجھنا ضروری ہے۔

اب اگر کوئی عورت تین طلاق کے بعد کسی سے نکاح کرتی ہی نہیں تو اس پر نکاح کرنے کیلئے جبر واکراہ کا کسی کو حق نہیں ہے اور اگر وہ اپنی مرضی سے کسی شخص سے نکاح کرلیتی ہے تو پھر اس شخص پر طلاق دینے کیلئے کسی قسم کے جبر کا بھی کسی کو حق نہیں، اس کو اختیار ہے کہ وہ ہمیشہ اس کے گھر میں آباد رہے جیسا کہ اوپر گذرا ہے، نکاح تو ہوتا ہی ہمیشہ کیلئے ہے اس کو مؤقت اور خاص وقت کیلئے کرنا باطل ہے، مگر یہ نکاح مؤقت نہیں ہے یہ نکاح ہمیشہ کیلئے ہے اگر اس میں کسی نے

یہ شرط لگادی ہوکہ ایک خاص مدت کے بعد طلاق دیدیناتو یہ شرط فاسد ہوگی اور شرط فاسد سے نکاح فاسد نہیں ہوتا وہ شرط ہی کالعدم قرار دیدی جاتی ہے، یہ جب ہے کہ اس شرط کی زبان سے بوقت عقد نکاح تصریح کردی گئی ہواور اگر دل میں ایک مدت معینہ کے بعد طلاق کاخیال رکھ کرنکاح کیاہوتواس سے توشرط فاسد کابھی تحقق نہیں ہوتا، بہر دوصورت اگر یہ دوسرا شوہر نکاح کے بعد طلاق دیدے یافوت ہوجائے تو اس کی عدت گذرنے کے بعد اس عورت کو پہلے شوہر سے نکاح کرنا حلال ہے اور جو حرمت تین طلاقوں کی وجہ سے واقع ہوئی تھی اس دوسرے شوہر کی وجہ سے وہ ختم ہوگئی اور اس کیلئے یہ محلل ہوگیا، بشرطیکہ اس نے نکاح کے بعد ہمبستری کرلی ہو۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب من اجاز طلاق الثلاث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے:

ان رجلا طلق امراته ثلا ثا فتزوجت فطلق فسئل النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم اتحل للاول قال لاحتی یذوق عسیلتها کماذاق الاول (ج۲ص ۷۹۱)ایک آدمی نے اپنی عورت کوتین طلاقیں دیں پھراس نے دوسرے سے نکاح کرلیا (اس نے صحبت کئے بغیر طلاق دیدی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ پہلے خاوند کیلئے یہ عورت حلال ہوئی ؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک دوسرا شوہر صحبت نہ کرے پہلے

شوہر کیلئے حلال نہ ہوگی۔

یہ حدیث تین طلاقوں کے ایک وقت نافذ ہونے میں بھی ظاہر ہے جیسا کہ شارحین حدیث نے سمجھا ہے اوراس سے یہ بھی ثابت ہورہا ہے کہ شوہراول کیلئے حلال ہونے کیلئے دوسرے شوہر کا ہمبستری کرنا ضروری ہے، صرف نکاح کرکے بغیر ہمبستری کے طلاق دینے سے پہلے شوہر کیلئے حلال نہ ہوگی، یہ شرط بتلاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے شوہر کی طرف رجوع کرنے کا جواز تو بتلایا مگر رجوع کی خواہش پر ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا، یہ حلالہ ہی تو تھا گو شرط طلاق کے ساتھ نہ ہوگا مگر تین طلاق کے بعد اور زوج ثانی سے ہمبستری کے بعد زوج اول کیلئے اس مطلقہ کا حلال ہونا تو ثابت ہورہا ہے ،اب حلالہ کی ہرصورت پر اعتراض کرنا حدیث کے یقیناً خلاف ہوگا۔

درمختار میں بھی ہے:

حتی یطأھا غیرہ (ج ۲ ص ۷۳۹) یہاں تک کہ دوسرا شوہر اس کے ساتھ ہمبستری کرے۔

حلالہ کی یہ صورت قرآن وسنت سے ثابت ہورہی ہے اس پر آوازے کسنا اور استہزاء کرنا قرآن وسنت سے ناواقفیت کی وجہ سے ہی ہوسکتا ہے۔

حلالہ پرلعنت کا مطلب

اب رہا یہ کہ حدیث لعن اللہ المحلل والمحلل لہ میں ہے کہ حلال

کرنے والے اور جس کیلئے حلال کی جائے دونوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

فقہاء کرام نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ دوسرے شخص سے اس شرط پر نکاح کرے کہ وہ ہمبستری کے بعد طلاق دیدے گا، اس شرط کی وجہ سے یہ عمل موجب لعنت ہوگا، یہ ایک دوسری صورت ہے اس کو سب ممنوع کہتے ہیں مگر ایک خاص صورت کے ممنوع ہونے سے مطلقاً حلالہ کا انکار بلکہ استہزاء قرآن وسنت کا انکار واستہزاء کرنا ہے۔

درمختار میں ہے:

(وكره التزوج للثاني تحريما) لحديث لعن الله المحلل والمحلل له بشرط التحليل كتزوجتك على ان احللك وان حلت للاول بصحة النكاح وبطلان الشرط فلايجبر على الطلاق (شامی ج ۲ص ۴۴۳)

یعنی عقد نکاح کے وقت یہ کہا جائے کہ یہ نکاح اس شرط کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ ہمبستری کے بعد طلاق دیدیں اور مرد بھی اسی طرح کہے کہ میں اس شرط پر قبول کرتا ہوں کہ صحبت کے بعد طلاق دے دوں گا، یہ صورت سخت مکروہ اور موجب لعنت ہے، مگر پھر بھی پہلے مرد کیلئے عورت حلال ہو جائے گی اگر چہ اس شرط کی وجہ س اس عمل کا سخت گناہ بھی ہوگا، اس طرح شرط کے ساتھ یہ نکاح واجب الترک اور قابل منع اور لائق لعنت ہے مگر نکاح منعقد ہوجائے

گا اور یہ شرط باطل ہو جائے گی، نکاح کے بعد وہ شخص اگر چاہے تو ہمیشہ اس عورت کو آباد رکھے اور اس کو طلاق نہ دے کیونکہ یہ نکاح ہمیشہ کیلئے ہو گیا اور شرط کا کچھ اعتبار نہیں ہے وہ باطل اور کالعدم ہے اور یہ ضروری نہیں کہ جو چیز ممنوع ہو وہ مؤثر بھی نہ ہو، یہ طریقہ تحلیل ممنوع ہونے کے باوجود مؤثر ہے اور اس سے عورت حلال ہو جاتی ہے اگر چہ گناہ بھی ہوتا ہے اور یہ اسی حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ اس میں لعنت کرنے کے باوجود اس شخص کو جس سے نکاح کیا گیا ہے ''محلل'' حلال کرنے والا بھی کہا گیا ہے، جیسا کہ آنحضرت ص صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہزار طلاق دینے کو گناہ قرار دیا مگر ان میں سے تین کو مؤثر بھی قرار دیا کہ تین طلاقیں واقع ہو گئیں باقی کا گناہ دینے والے کے سر پر ہے (دار قطنی)

اسی طرح محمود بن لبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دیدیں ہیں، آنحضرت ص صلی اللہ علیہ وسلم نے غضبناک ہو کر تقریر فرمائی کہ کیا کتاب اللہ کے ساتھ کھیل کیا جا رہا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں الخ (نسائی شریف ج ۲ ص ۹۹)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تین طلاق اکٹھی دینے پر اگر چہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غصہ ہوئے مگر ان کو ہدر بے کار نہیں قرار دیا بلکہ مؤثر قرار دیا جبھی تو غضبناک ہوئے ورنہ فرما دیتے کہ کوئی حرج نہیں ہوا رجوع کر لو ایک ہی طلاق

واقع ہوئی ہے۔

قاضی ابوبکرابن العربی نے اس حدیث کے متعلق فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر کی تین طلاقوں کی طرح اس شخص کی بھی تین طلاقوں کو نافذ فرمادیا تھا (معارف القرآن ج اص ۵۶۳)

غرضیکہ یہ بات اچھی طرح ثابت ہوگئی کہ کسی عمل کے موجب غضب ولعن ہونے کے باوجود اس کا غیر مؤثر ہونا ضروری نہیں، ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک امر پر ناراضگی کا اظہار بھی کیا جارہا ہو مگر وہ مؤثر بھی ہورہا ہو، اس طرح لعن اللہ المحلل والمحلل لہ میں ہے کہ اس طرح شرط کرکے نکاح کرنا قابل لعنت عمل ہے مگر پھر بھی وہ محلل ہے اس کو محلل قرار دیا جارہا ہے اگر وہ غیر مؤثر ہوتا تو اس شخص کو محلل کیسے قرار دیا جاتا، محلل تو حلال کرنے والے ہی کو کہتے ہیں وہ حلال کرنے والا ہے اس کی وجہ سے حلت ثابت ہورہی ہے اسی وجہ سے تو اس کو محلل فرمایا جارہا ہے، یہ الگ بات ہے کہ اس کے عمل میں ایسی شرط کی وجہ سے جو مقصود نکاح کے خلاف ہے وہ مستحق لعنت وملامت بھی ہے، مقصود نکاح کے خلاف ہونے کی وجہ سے ہی اس شرط کو شرعاً ناقابل اعتبار اور باطل قرار دیا جاتا ہے اور اس نکاح کے صحیح ہونے کا حکم لگادیا جاتا ہے شرط فاسد کی وجہ سے نکاح کو فاسد قرار نہیں دیا جاتا، جب نکاح کو صحیح قرار دیدیا گیا تو پھر وہ مؤثر بھی ہوگا اور اس کا اثر یہی ہے کہ وہ اپنی شرط کے ساتھ پہلے شوہر کیلئے محلل ہوگا اگرچہ شرط

فاسد کی وجہ سے گناہ بھی ہوگا، اس طرح اسی حدیث سے حلالہ کا ثبوت بھی ہورہاہے غور در کار ہے۔

اس حدیث میں محلل زوج ثانی کو کہا گیا ہے اور جس کیلئے حلال کیا جارہاہے وہ زوج اول ہے فلا تحل لہ سے اس کیلئے اس عورت کی حرمت ثابت ہورہی تھی دوسروں کیلئے تو وہ حلال ہی تھی الا لمانع شرعی ،اس حدیث میں اس عمل پر لعنت بھی کی جارہی ہے اور دوسرے شوہر کو محلل بھی قرار دیا جارہاہے اس نکاح کو کالعدم نہیں قرار دیا گیا اور اس کا قابل لعنت ہونا بھی حدیث سے معلوم ہورہاہے ورنہ نص قرآنی حتی تنکح زوجا غیرہ کے اطلاق سے تو شرط یا بلا شرط ہر طرح کے نکاح کا رافع حرمت مغلظہ ہونا معلوم ہورہاہے البتہ اطلاق کی وجہ سے نکاح کا صحیح ہونا ثابت ہورہاہے کیونکہ مطلق سے مراد فرد کامل ہی ہوتا ہے اور نکاح صحیح ہی ہے۔

اس جگہ قابل غور یہ بات بھی ہے کہ اس عمل کے فوائد اور مصالح میں زوج اول محلل لہ اور اس کی مطلقہ دونوں شریک ہوں گے اور طلاق کے مضار اور نقصانات سے دونوں ہی محفوظ ہوں گے اور زوج ثانی کے ایجاب وقبول اور شرط نکاح کا معاملہ بھی مطلقہ کے ساتھ ہی جاری ہوتا ہے، اگر چہ کبھی کبھی بالا بالا بھی شرط کا طے ہونا بھی متصور ہے، مگر عقد بہر حال مطلقہ اور زوج ثانی کے درمیان واقع ہوتا ہے اور زوج اول اس میں ساعی اور متسبب ہوتا ہے جب زوج اول

محلل لہ ہوا اور متسبب ہونے کی وجہ سے لعنت کے قابل ہوا تو عورت تو اس نکاح کی مباشر ہے اس لئے اس پر بھی محلل لہ ہونا صادق ہوگا اور وہ بھی قابل لعنت ہوگی، کیونکہ اس عمل میں محلل لہ اور محلل دونوں کو ہی قابل لعنت قرار دیا ہے۔

اب اگر المعروف کالمشروط کے قاعدہ کے موافق بغیر شرط کے بھی اس نکاح کے گناہ ہونے کا حکم لگایا جائے تو پھر بھی آئمہ اربعہ بلکہ جمہور امت مسلمہ کے نزدیک تین طلاقوں سے واقع شدہ حرمت مغلظہ کے خلاف عمل پیرا ہونے اور تمام عمر حرمت کا ارتکاب کرتے رہنے سے کیا یہ اخف نہ ہوگا کہ اس عمل مکروہ پر عمل کرنے کی اجازت دی جائے ،اس کا تدارک تو توبہ نصوح سے ہوسکتا ہے اور تین طلاقوں کے بعد بغیر حلالہ آباد رکھنے سے ہمیشہ حرام کا ارتکاب ہوتا رہے گا اور اس کا بجز مفارقت کوئی دوسرا تدارک ممکن نہیں ہے اور طالق اس کیلئے تیار نہیں ہے اور اگر بغرض اصلاح اور سد مفاسد بین الزوجین کی غرض سے بغیر شرط کے اس پر عمل کیا جائے گا تو امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ عمل ان کے حق میں موجب لعنت نہ ہوگا بلکہ شاید موجب اجر وثواب ہو اس لئے ہر حالت میں اس پر کراہت اور ممنوع ہونے کا حکم لگا دینا بھی محل نظر ہے۔

ترمذی شریف میں اسی لعنت والی حدیث کے حاشیہ میں ہے:

والمراد اظهار خساستهما لا ن الطبع السليم يتنفر عن فعلهما لا حقيقة اللعن وقيل المكروه اشتراط الزوج با لتحليل في

القول لا في النية بل قد قيل انه ماجور بالنية لقصد الاصلاح كذا في اللمعات (ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۳۳)

اور در مختار میں ہے:

اما اذا اضمرا ذالك لا يكره وكان الرجل ماجورا القصد الاصلاح .... واجاب في الفتح با نه لا يلزم من قصد الزوج ذالك ان يكون معروفا به بين الناس انما ذالك فيمن نصب نفسه لذالك وصار مشتهرا به اھ (شامی ج ۲ ص ۷۴۴)

ایک مجلس کی تین طلاقیں

حلالہ کی حقیقت اور اس کی شرعی حیثیت کے معلوم ہو جانے کے بعد یہ بات واضح ہو گئی ہوگی کہ حلالہ کے مسئلہ کو اس بات سے کچھ تعلق نہیں کہ وہ تین طلاقیں ایک مجلس میں دی گئی ہیں یا کئی مجلسوں میں بہر صورت تین طلاقوں کے بعد تحلیل کے بغیر مطلقہ ثلاث پہلے شوہر کیلئے حلال نہیں ہوتی۔ لیکن بعض لوگوں کو ایک مجلس کی تین طلاقوں کے واقع ہونے سے انکار ہے اور اس مسئلہ کو زیر بحث لے آئے ہیں اس لئے اس کے بارہ میں بھی مختصراً عرض کیا جاتا ہے۔

جمہور امت اور ائمہ اربعہ کا مسلک

جمہور امت اور ائمہ اربعہ کے نزدیک ایک مجلس میں بھی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور اس پر اجماع ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی قاضی ان کے واقع نہ

ہونے کا فیصلہ کردے تو وہ فیصلہ بھی نافذ نہیں ہوگا لیکن کچھ لوگوں نے بعض آیات واحادیث سے استدلال کر کے بزعم خود اس اجماع کے خلاف کرنا چاہا ہے مختصراً اس کے بارہ میں بھی کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

قرآن سے استدلال کا جواب

وہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں ہے الطلاق مرتان (پ۲) اس کا ترجمہ ان کے نزدیک ''مرۃ بعد مرۃ'' ہے یعنی طلاق ایک کے بعد دوسری ہوا کٹھی نہ ہو، لیکن اگر یہ ترجمہ مان بھی لیا جائے اور الطلاق مرتان میں مرتان کے معنی ''اثنان'' کی بجائے مرۃ بعد مرۃ ہی تسلیم کر لئے جائیں تو ان لوگوں کا یہ دعویٰ کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں واقع نہیں ہوتیں پھر بھی کسی طرح ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ ان لوگوں کے معنی کو تسلیم کرنے کے بعد زیادہ سے زیادہ جو بات ثابت ہوگی وہ یہ ہوگی کہ ایک ہی لفظ میں ایک سے زیادہ طلاق نہ ہو بلکہ ایک کے بعد دوسری ہو، مگر اس سے یہ کس طرح ثابت ہوا کہ ایک مجلس میں ایک سے زیادہ طلاقیں واقع نہیں ہوتیں جو کہ ان لوگوں کا مدعا ہے۔

اگر ایک مجلس میں ایک لفظ میں ایک سے زیادہ طلاق نہ دی جائے بلکہ ایک مجلس میں مرۃ بعد مرۃ ایک کے بعد دوسری طلاق دیدی جائے تو اس کے واقع ہونے کا انکار کس دلیل سے کیا جائے گا، اسی طرح تیسری طلاق کے وقوع کا انکار کیسے ہوسکتا ہے؟۔

اب اگر کوئی شخص ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی سے یوں کہے کہ تجھ کو طلاق، تجھ کو طلاق، تو ان دونوں طلاقوں کو ان لوگوں کے نزدیک بھی واقع ہو جانا چاہیے کیونکہ یہ یکبارگی ایک لفظ میں نہیں دی گئیں بلکہ مرۃ بعد مرۃ ایک کے بعد دوسری دی گئی ہے تو ان دونوں کے واقع ہونے میں کیا کلام ہے؟ کیونکہ آیت مبارکہ میں مجلس کے بدلنے کا تو ذکر نہیں ہے اور یہ تو نہیں فرمایا گیا کہ ایک مجلس میں ایک سے زیادہ طلاقیں نہ دی جائیں اور اگر دی جائیں تو وہ ایک ہی شمار ہوں گی۔

اسی طرح اسی مجلس میں ان دونوں طلاقوں کے واقع ہو جانے کے بعد اگر اسی شخص نے تیسری مرتبہ کہہ دیا "تجھ کو طلاق" تو وہ تیسری طلاق بھی واقع ہو جانی چاہیے کیونکہ یہ تیسری طلاق اس وقت واقع کی گئی ہے جبکہ دو طلاقیں ایک کے بعد ایک ایک کر کے واقع کی گئیں ہیں، یہ بالکل وہی ترتیب ہے جو قرآن کریم کی انہی آیات سے معلوم ہوتی ہے جن میں طلاق اور حلالہ کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

اب ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک کہنا قرآن کریم کی رو سے کیسے صحیح ہو سکتا؟ دو طلاقوں کا ایک مجلس میں واقع ہونا تو اسی آیت طلاق کے لفظ مرتان سے ثابت ہو سکتا ہے، ایک لفظ سے دو ہوں یا دو لفظوں سے ہی مرۃ بعد مرۃ دو ہوں، مگر اس سے مجلس کا تبدیل کرنا تو لازم نہیں آتا ہو سکتا ہے کہ مجلس ایک ہی ہو، اور اگر تیسری طلاق اسی مجلس میں دی جائے تو اس کو بھی واقع ہو جانا چاہیے۔

حدیث سے استدلال کا جواب

کسی حدیث کے ایسے معنی بتلانا کیسے جائز ہوسکتا ہے جوقرآن کریم کے خلاف ہوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ے جوارشادات اور فیصلے کتب حدیث میں مذکور ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ اس طرح طلاق دینا اگر چہ شریعت کے بتلائے ہوئے طریقہ کے خلاف ہے اور اس وجہ سے طلاق دینے والا گنہگار بھی ہوتا ہے مگر تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں ،بعض ارشادات اور فیصلوں کا اجمالی بیان اوپر گذر چکا ہے۔

آیت مبارکہ سے ان استدلال کا حال تو معلوم ہوگیا کہ آیت سے ایک مجلس میں ایک سے زیادہ طلاقیں واقع نہ ہونے کانہیں بلکہ واقع ہونے کا ثبوت ہوسکتا ہے،یہ لوگ دوحدیثوں کوبھی اپنے استدلال میں پیش کیا کرتے ہیں ان کا صحیح مطلب شارحین حدیث نے جوبیان فرمایا ہے ہم اس کا اس جگہ اجمالی طور پر ذکر کرتے ہیں اس میں غور کرنے سے ہی ان شاءاللہ تعالیٰ بات صاف ہوجائے گی۔

پہلی حدیث

ابوالصہباء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ عہد نبوی اور عہد صدیقی میں اور عہد فاروقی کے ابتدا میں تین طلاقیں ایک تھیں ،حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''ہاں'' لیکن جب لوگوں نے بکثرت طلاق دینا شروع کیاتو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تینوں کو نافذ

کردیا (مسلم شریف ج ا ص ۴۷۸)

پہلا جواب

ابوداؤد کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت غیر مدخولہ (جس کے ساتھ ہمبستری نہ ہوئی ہو) کے بارہ میں ہے اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

عن طاؤس ان رجلا یقال لہ ابوالصهباء کان کثیرالسوال لابن عباس قال اماعلمت ان الرجل کان اذا طلق امراته ثلاثا قبل ان یدخل بها جعلوها واحدة...... قال ابن عباس بلی الخ (ج ا ص ۲۹۶)

اس میں غیر مدخول بہا کی قید ہے یہ حکم علی الاطلاق نہ تھا اور محمل اس کا یہ ہے کہ غیر مدخولہ کو اگر تین لفظوں سے اس طرح طلاق دی جائے تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے تو پہلے ہی لفظ سے وہ بائنہ ہو جاتی ہے یعنی نکاح سے نکل جاتی ہے اور ایسی عورت پر عدت طلاق بھی واجب نہیں ہوتی اس لئے کہ وہ طلاق کا محل نہیں رہتی اس بنا پر دوسری اور تیسری طلاق لغو ہو جاتی ہے۔

اسی اعتبار سے حدیث میں کہا گیا کہ اگر تین طلاقین دی جائیں تو ایک شمار ہوتی کیونکہ دوسری اور تیسری کا تو محل ہی نہیں رہتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ابتدائی سالوں میں غیر مدخولہ کو طلاق دینے کا یہی طریقہ تھا مگر بعد میں لوگوں نے جلد بازی شروع کردی اور اس غیر مدخولہ کو علیحدہ علیحدہ لفظوں میں طلاق دینے کی بجائے ایک ساتھ ایک لفظ میں

تین طلاق دینے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب تین طلاقیں ہی ہوں گی (کہ انت طالق ثلاثا کہہ کر طلاق دی ہے اور یہ لفظ نکاح قائم ہونے کی حالت میں کہا ہے)۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر کے زمانہ میں مسئلہ نہیں بدلا گیا تھا بلکہ لوگوں نے غیر مدخولہ کو طلاق دینے کا طریقہ بدل دیا تھا، جس طریقہ پر اس کو پہلے طلاق دی جارہی تھی اس طریقہ پر طلاق دینے کا حضرت عمر کے زمانہ میں بھی وہی حکم تھا اور اب بھی وہی حکم ہے جو حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا، جب طلاق دینے کا طریقہ بدل دیا تو جو اس کا حکم تھا حضرت عمر نے اس کو ظاہر فرمادیا، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی اسی طریقہ سے طلاق دی جاتی یعنی ایک ساتھ ایک لفظ میں تین طلاقیں دی جاتیں تو اس وقت بھی اس کا حکم وہی ہوتا جو حضرت نے ظاہر فرمایا تھا۔

غور کرنے کی بات ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف کوئی حکم کیسے صادر فرما سکتے تھے؟ کیا وہ نص قرآنی نوما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذاقضی اللّٰہ ورسولہ ان یکون لھم الخیرة من امرھم الایة اورفلاوربك لا یؤمنون حتی یحکموك فیماشجربینھم ثم لا یجدوافی انفسھم حرجاممافضیت ویسلمواتسلیما ۔وغیرہ آیات کے خلاف کر سکتے تھے؟

حضرت عمر خلفاء راشدین میں سے خلیفہ دوم ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر شدت کے ساتھ اتباع کرنے کے حریص تھے ان کی اتباع کرنے کا امت کو اسی لئے حکم دیا گیا ہے کہ ان کے عمل اور طریقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تعیین اور توضیح ہوتی ہے، عہد نبوی میں اگر تین طلاقیں ایک تھیں تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ برخلاف حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم تینوں کو نافذ کرنے کا حکم کیسے فرما سکتے تھے، کیا وہ خلاف حکم رسول اور سنت رسول کے خلاف حکم جاری کر کے احداث فی الدین کا ارتکاب کر سکتے تھے؟ ہرگز نہیں، چنانچہ ابو داؤد شریف کی اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ حضرت عمر کے زمانہ میں طلاق دینے کا طریقہ بدل گیا تھا اس لئے آپ نے اس کا حکم بتلا دیا، یہ بھی واضح رہے کہ یہ اختلاف حکم، اختلاف طریقہ ایقاع طلاق کی وجہ سے ہوا ہے اس میں مجلس کے ایک ہونے کا کوئی دخل نہیں ہے، اگر ایک مجلس کی بجائے غیر مدخولہ کو کئی مجلسوں میں علیحدہ علیحدہ الفاظ سے کئی طلاقیں دی جائیں پھر بھی وہ ایک ہی ہوگی۔

دوسرا جواب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر اور حضرت عمر کے ابتدائی زمانہ میں جب انت طالق ، انت طالق ، انت طالق کہا جاتا تو عام طور پر دوسری اور تیسری سے تاکید مراد ہوتی تھی استیناف کی نیت نہ ہوتی تھی اور اس زمانہ میں لوگوں میں تدین اور تقویٰ، خوف آخرت، خوف خدا غالب تھا، دنیا کی

خاطر دروغ بیانی اور دھوکا بازی کا خطرہ تک دل میں نہ آتا تھا، اس بنا پر ان کی بات کا اعتبار کر کے ایک طلاق کا حکم کیا جاتا تھا اس لحاظ سے اس حدیث میں کہا گیا ہے کہ اس زمانہ میں تین طلاقیں ایک شمار کی جاتی تھیں، پھر جوں جوں عہد نبوی سے بعد ہوتا گیا تقوی اور خوف آخرت کا معیار کم ہونے لگا اور پہلے جیسی سچائی، امانت داری اور دیانت داری نہ رہی اور دنیا اور عورت کی خاطر دروغ بیانی ہونے لگی، حضرت عمر نے جب یہ حالت دیکھی نیز آپ کی نظر اس حدیث پر بھی تھی اکرموا اصحابی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ثم یظهر الکذب یعنی جیسے جیسے عہد نبوت سے دوری ہوتی جائے گی دینداری کم ہوتی رہے گی اور کذب ظاہر ہو جائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے موجودہ اور آئندہ حالات کو پیش نظر رکھ کر اصحاب کرام سے مشورہ کیا کہ جب ابھی یہ حالت ہے تو آئندہ کیا حالت ہوگی، لوگ عورت کو الگ کر دینے کی نیت سے تین طلاقیں دیں گے اور پھر غلط بیانی کر کے کہیں گے کہ ہم نے ایک طلاق کی نیت کی تھی، اب جو شخص تین مرتبہ طلاق دے گا ہم اسے تین ہی قرار دیں گے، صحابہ کرام نے اس فیصلہ سے اتفاق کیا اور کسی نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت نہیں کی۔

چنانچہ امام طحاوی لکھتے ہیں:

فلم ینکرہ علیه منهم منکر ولم یدفعه دافع (ج ۲ ص ۳۲)

ان میں سے ان پر کسی نے انکار نہیں کیا اور نہ حضرت عمر کے ارشاد کو رد کیا۔

محقق ابن ہمام فرماتے ہیں:

لم ینقل عن احدمنهم انه خالف عمر حين امضى الثلاث وهو يكفى فى الاجماع (حاشیہ ابوداؤد ج ا ص ۲۹۵)

یعنی صحابہ میں سے کسی ایک سے بھی یہ منقول نہیں کہ حضرت عمر کا خلاف کیا ہو، اور اس قدر اجماع کیلئے کافی ہے۔

علامہ نووی نے اسی دوسرے جواب کو اس حدیث ابن عباس کی صحیح مراد اور صحیح تاویل کہا ہے، ان کے آخری الفاظ یہ ہیں:

فلما كان فى زمن عمرو كثراستعمال الناس بهذه الصيغة وغلب منهم ارادة الاستينا ف بها حملت عند الا طلاق على الثلاث عملابالغالب السابق الى الفهم (ج ا ص ۴۷۸)

جب حضرت عمر کا زمانہ آیا اور لوگوں نے اس جملہ کا استعمال بکثرت شروع کردیا اور عموماً ان کی نیت طلاق کے دوسرے اور تیسرے لفظ سے استیناف ہی کی ہوتی تھی اس لئے اس جملہ کا جب کوئی استعمال کرتا تو عرف کی بناء پر تین طلاقوں کا حکم کیا جاتا۔

پہلے جواب کا خلاصہ یہ تھا کہ یہ حدیث غیر مدخولہ کے بارہ میں ہے

اورحضرت عمر کے زمانہ میں ایقاع طلاق کا طریقہ بدل گیا تھا اس لئے حکم بھی بدل گیا، اور دوسرے جواب کا خلاصہ یہ ہوا کہ پہلے دوسرے تیسرے لفظ سے عموماً تاکید مراد ہوتی تھی پھر حضرت عمر کے زمانہ میں اس کا اکثر استعمال استیناف میں ہونے لگا تو غالب استعمال اور عرف کی بناء پر تاکید کا اعتبار نہیں کیا بلکہ استیناف پر محمول کر کے تین طلاقوں کے وقوع کا حکم لگا دیا گیا، عرف کے بدلنے اور غلبہ استعمال کی وجہ سے حکم میں تبدیلی ہوئی یعنی استیناف میں استعمال کا غلبہ ہوگیا اسی پر بعد مشورہ صحابہ کرام حکم دیدیا گیا، اگر اس معنی میں غلبہ استعمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہو جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تین طلاقوں کے نفاذ کا حکم فرماتے۔

حدیث رکانہ

دوسری حدیث جس سے ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جارہا ہے وہ حدیث رکانہ ہے، لیکن خود حضرت رکانہ سے روایت ہے کہ آپ نے اپنی بیوی کو لفظ ''البتہ'' سے طلاق دی تھی ، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رکانہ سے فرمایا: واللہ ماردت الاواحدۃ اللہ کی قسم تم نے ایک ہی طلاق کی نیت کی تھی ؟تو حضرت رکانہ نے کہا:واللہ ماردت الاواحدۃ خدا کی قسم میں نے لفظ البتہ سے ایک ہی طلاق کی نیت کی ہے۔تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جوتم نے نیت کی

ہے اسی کا اعتبار ہے (ترمذی شریف ج ۱ص ۱۴۰، ابن ماجہ ج ۱ص ۱۴۹)

انـه طـلـق امـرأتـه البتة فـاتى رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم فقال ما اردت قال واحدة قال آللّٰہ قال آللّٰہ قال هو على ما اردت قال ابوداود وهذا اصح من حديث ابن جريج ان ركانة طلق امراته ثلاثا لانهم اهل بيته وهم اعلم به وحديث ابن جريج رواه عن بعض بنى ابى رافع عن عكرمة عن ابن عباس (ابوداؤد ج ۱ص ۳۱۸)

ایک مجلس میں اگر ایک ہی طلاق واقع ہوتی تو قسم دے کر ایک طلاق کی نیت متعین کرانے کی کیا ضرورت تھی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیتے ایک کی نیت ہو یا تین کی، ایک مجلس کی وجہ سے یہ ایک ہی شمار ہوگی، سوال و جواب اور قسم لینے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر تین کی نیت ہوتی تو تین ہی واقع ہو جاتیں، لہٰذا یہ بات قطعاً غلط ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے ایک ہی واقع ہوتی ہے۔

اس واقعہ میں اگر تین طلاقیں واقع نہیں ہوئیں تو اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ یہ ایک مجلس میں دی گئی تھیں بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی نیت تین طلاق دینے کی نہیں تھی، اور یہ لفظ ''البتہ'' ایسا لفظ تھا جس میں نیت پر مدار تھا اور اس میں ایک سے تین طلاقوں تک کی گنجائش ہے، ایک طلاق کی نیت ہو تو ایک اور تین کی نیت ہو تو تین واقع ہوتی ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث رکانہ تو ایک مجلس میں تین طلاقوں کے

واقع ہونے کی ایک دلیل ہے اس لئے ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک قرار دینے کا ثبوت کسی طرح نہیں ہوتا۔

مسلم شریف کی شرح میں امام نووی فرماتے ہیں:

''رہی وہ حدیث جس کو مخالفین بیان کرتے ہیں کہ حضرت رکانہ نے تین طلاقیں دی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک قرار دیا، یہ روایت ضعیف ہے مجہول راویوں سے مروی ہے اور حضرت رکانہ کی طلاق کے سلسلہ میں صحیح روایت وہی ہے جس کو ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ انہوں لفظ ''البتہ'' سے طلاق دی تھی اور لفظ ''البتہ'' ایک اور تین دونوں کا احتمال رکھتا ہے (مدار نیت پر ہے اگر ایک طلاق کی نیت ہو تو ایک ہوتی ہے جیسے حضرت رکانہ نے ایک کی نیت کی تھی اور قسمیہ بیان کیا تھا اور اگر تین کی نیت ہو تو تین طلاق واقع ہوتی ہیں) اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس ضعیف روایت کے راوی نے یہ سمجھا ہو کہ لفظ ''البتہ'' کا مقتضی تین طلاقیں ہیں تو یہ سمجھ کر روایت بالمعنی کردی (کہ حضرت رکانہ نے تین طلاقیں دیں) مگر امام نووی فرماتے ہیں کہ راوی نے اس کے سمجھنے اور روایت بالمعنی کرنے میں غلطی کی (نووی ج ا ص ۴۷۸)

اور اگر بالفرض اس روایت کو تسلیم ہی کرلیا جائے تو اس کے معنی پہلی حدیث کی طرح وہی ہوں گے کہ زمانہ اقدس میں غلبہ تقویٰ وصلاح کی وجہ سے قسم کے بعد ایک کی نیت کا اعتبار کرلیا گیا یعنی استیناف کی بجائے تاکید پر محمول

کرلیا جس کا زمانہ مابعد میں بوجہ غلبہ کذب وعدم صلاح کے اعتبار نہیں کیا جاتا، جیسا کہ پہلے گذرااور قسم لے کرایک قرار دینااس کی واضح دلیل ہے کہ تین طلاقیں ایک مجلس میں تین ہی ہوتی ہیں۔

یہ ہے حدیث رکانہ کی حقیقت محدثین کی نظر میں ایسی حالت میں اس حدیث کوایک مجلس کی تین طلاق کے ایک ہونے کے ثبوت میں پیش کرنااور اس سے اپنے مدعی پر استدلال کرنا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے؟ تفصیل کیلئے فتاوی رحیمیہ ''ایک مجلس کی تین طلاقیں'' جلد پنجم ملاحظہ کی جائے ،اور امداد الاحکام جلد دوم بھی ملاحظہ کی جائے۔

خلاصہ

الحاصل تین طلاقیں ایک ساتھ دینا یقیناً مذموم ہے اور سنت طریقہ کے خلاف ہے لیکن اگر کوئی ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے دیگا تو نافذ ہوجائیں گی اور وہ شخص گنہگار بھی ہوگا اور عورت اس پر حرام ہوجائے گی ،شرعی حلالہ کے بغیر حلال نہ ہوگی ، تین طلاقوں کوایک کہنا اجماع اور اہل سنت کے خلاف اور بدعت ہے:

قالوامن خالف فیه فهوشاذمخالف لاهل السنة وانماتعلق به اهل البدعة ومن لايلتفت اليه لشذوذه عن الجماعة (حاشیہ ابوداؤدعن العینی ج۱ص ۲۹۷)

اس کہنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جن کی اقتداء کا حدیث صحیح اقتدوابالذین من بعدی ابی بکر و عمر میں حکم فرمایا گیا ہے اور جمہور صحابہ اور ائمہ مجتہدین کو گمراہ کہنا پڑتا ہے، اسی طرح تین طلاقوں کے بعد حلالہ کا مروجہ طریقہ اگر چہ مکروہ اور مذموم ہے اور گناہ بھی ہوتا ہے مگر اس سے عورت مطلقہ بالثلاث پہلے شوہر کیلئے حلال ہو جاتی ہے، فقط

واللہ اعلم

سید عبد الشکور ترمذی عفی عنہ

جامعہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا

۱۴۱۶/۹/۳ھ